ابو معاویہ واجد علی ہاشمی

آنحضرت صلی اللہ وسلم کے وقت جزیرۃ العرب کی مذہبی حالت

آغاز دعوتِ اسلام:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوت اسلام کا آغاز فرمایا اس وقت تمام عرب آپ کا مخالف ہو گیا ایک طرف مشرک قبائل، دوسری طرف یہودی سرمایہ دار، تیسری طرف نصرانی موجود تھے۔

ہجرتِ مدینہ کے بعد:

یہود کی چودھراہٹ ختم ہوگئی عبداللہ بن اُبی کی سرداری پر تینوں یہودی قبائل بنونضیر، بنوقریظہ اور بنوقَینُقاع جو کہ متفق ہو چکے تھے، ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے اس کی سرداری کا منصوبہ ختم ہو کر رہ گیا، جس سے اس کے دل میں اسلام کی دشمنی پیدا ہوگئی۔ یہودی شروع ہی سے اسلام کے مخالف تھے اگر چہ عیسائی کچھ نرم گوشہ رکھتے تھے لیکن وہ بھی اسلام کے مخالف تھے۔ غزوۂ بدر، اُحد اور خندق میں یہودیوں اور عیسائیوں نے مشرکینِ عرب کو ورغلایا اور مسلمانوں کے مدِمقابل لے آئے لیکن ان کو ناکامی ہوئی۔ بدر میں مسلمانوں کے غلبہ سے مغلوب ہو کر عبداللہ ابن اُبی جو کہ تاریخ میں رئیس المنافقین کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جو کہ یہودی تھا بظاہر اسلام کا غلبہ قبول کر کے مسلمانوں کی صف میں شامل ہو گیا لیکن یہ منافق تھا۔ جس نے یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مل کر اسلام کے خلاف سازشیں کرنا شروع کر دیں۔ اب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہود، نصاریٰ، مشرکینِ مکہ اور منافقین سے واسطہ پڑ گیا تھا۔

یہود اور مشرکین کا گٹھ جوڑ:

یمن جو کہ یہود کا مضبوط مرکز تھا۔ مدینہ میں بھی یہودی تجارت پہ چھائے ہوئے تھے، معیشت پر ان کا قبضہ تھا۔ مشرکین کا پیشہ بھی تجارت تھا کاروباری لین دین کی وجہ سے ان میں قربت تھی۔ اسلام دشمنی نے ان کو اور زیادہ قریب کر دیا۔ مدینہ میں آنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی قبائل سے مختلف دفاعی معاہدات کیے یہود کی وعدہ خلافی کی وجہ سے ان کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کشی کی اور مدینہ اور خیبر کے مضبوط گڑھ ان کے ختم کیے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی ہی میں عیسائیوں پر بھی لشکر کشی کی گئی، ان کے علاقے فتح کیے گئے۔ عبداللہ بن ابی منافق نے بھی مشرکین یہود و نصاریٰ سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ اب مسلمانوں کو یہود، نصاریٰ، مشرکین اور منافقین کا سامنا تھا۔

منافقین:

اس طبقہ نے اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا۔ جن کا اوّل سرغنہ عبداللہ بن ابی تھا، جو مرتے دم تک اسلام کا مخالف رہا اور اسلام کے خلاف ناپاک جسارتیں کرتا رہا۔

عہدِ نبوی کی دو طاقتیں (۱) فارس (ایران)، (۲) روم تھے۔ ان دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی ایرانی غالب آ گئے۔ مشرکین مکہ ایرانی مجوسیوں کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ مجوسی آتش پرست تھے اور مشرکین بت پرست۔ اور

مسلمان اہلِ روم کی طرف میلان رکھتے تھے کیونکہ رومی اہلِ کتاب تھے۔ ایرانیوں کے یہودیوں اور مشرکینِ مکہ کے ساتھ خوشگوار تعلقات تھے۔ عہدِ نبوی میں یہودیت، مجوسیت، منافقت، عیسائیت اور مشرکین کی تحریکوں نے پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے خلاف خفیہ یا علانیہ کردار ادا کیا۔

وصیتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

یہود کی انھی اسلام دشمن اور خفیہ سازشوں کا نتیجہ تھا کہ سیدِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دنیا سے رخصت ہوتے وقت جہاں اور وصیتیں فرمائیں وہاں یہ وصیت بھی فرمائی:

"اَخرِجُوا الْیَھُوْدَ مِنْ جَزِیْرَۃِ الْعَرَبِ"　　یہود کو عرب کے جزیرہ سے باہر نکال دو۔

(بخاری، جلد: ا، ص: ۴۴۶۔ مسند احمد، ج: ۹، حدیث: ۶۳۶۷)

یہ وصیت ہر اس آدمی کے لیے تھی جو بارِ خلافت اٹھائے۔ چنانچہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فتنۂ ارتداد، منکرینِ ختمِ نبوت، منکرینِ زکوٰۃ اور کئی دوسرے استحصالی فتنوں میں الجھ گئے جو کہ اس وقت کی اہم ضرورت تھے۔ اس فرمان کی طرف متوجہ نہ ہوسکے بلکہ ان کو اس کا موقع ہی نہ مل سکا۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ وصیت پوری فرمائی۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی مخالفت کے اسباب

پہلا سبب:

جزیرۃ العرب سے نکالے ہوئے یہ یہودی خلافتِ اسلامیہ اور اس کے باہر مختلف علاقوں میں پھیل گئے۔ خلیفۂ اسلام کے خلاف اپنی جلا وطنی کا یہ انتقامی جذبہ ان کے دلوں میں سلگنے لگا اور انھوں نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ انھی میں ایک عبداللہ ابن سباء جو کہ یمن کا یہودی تھا جو اپنے خاندان اور اپنی قوم کا یہ انتقام لینے کے لیے اس تحریک کی قیادت کر رہا تھا۔

دوسرا سبب، عربوں کا عجم پر غلبہ وفوقیت:

۱۴ھ میں فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سلطنتِ ایران کو زیر کرنے کا منصوبہ بنایا۔ قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ نے خاندانِ کسریٰ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، جس میں ایک لاکھ سے دو لاکھ کے درمیان ایرانی مارے گئے۔ ان کی قیمتی اشیاء کسریٰ کا تخت، قالین اور انتہائی قیمتی فانوس ان کی عورتیں لونڈیاں بنا کر دربارِ خلافت میں بطور مالِ غنائم کے پیش کی گئیں۔ اس کے سورما رستم، ہرمزان، فیروزان، بہمن وغیرہ تہ تیغ کیے گئے۔ ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی، فتوحات میں کچھ لوگ مسلمان ہوئے لیکن ان کی ذہنی زمین میں کوئی تبدیلی واقع نہ ہوسکی بلکہ ان کے ذہن اسلام کی حقانیت قبول کرنے کی بجائے اسلام کی بیخ کنی میں لگ گئے۔ وہ کلمہ پڑھ لینے کے باوجود بھی جغرافیائی قدروں پر ایمان رکھتے ہوئے کبھی بھی ایرانیوں پر عربوں کا سیاسی غلبہ برداشت نہ کر سکے۔ جلا وطن ہونے والے یہودی ایران میں موجود تھے، انھیں ایسے ہی منافق نما مسلمانوں کی ضرورت تھی، یہودیوں نے ایرانیوں کی نفسیاتی کمزوریوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا اور انھیں خلیفۂ وقت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے خلاف اکسایا۔ ایرانی فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی نالاں تھے، اس لیے ایرانی یہودیوں

کے ہمنوا بن گئے ۔ یہود و مجوس دونوں مرکزِ خلافت کے خلاف ناپاک سازشوں کے جال بننے لگے۔

خلافت فاروقی رضی اللہ عنہ میں فتنہ کے اثرات:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عمدہ پالیسی نے اس فتنہ کے آتشیں لاوے کو باہر نہ نکلنے دیا جس کے نتیجے میں ایران کے مجوسیوں اور یہودیوں نے ایک سازش تیار کی، ابولؤلؤ فیروز مجوسی کے ذریعہ سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کرایا۔ ایران کا نومسلم منافق (ہرمزان) اس قتل میں ملوث تھا، یوں خلیفۂ راشد، مرادِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلیٰ رسول پہ خنجروں کے وار کر کے شہید کر دیا۔ قاتل نے خودکشی کر لی، خلافت کا یہ مہتاب غروب ہوگیا، جب قاتل کے بارے میں سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے کہا کہ: ”الحمدللہ میرے قتل میں کوئی مسلمان ملوث نہیں۔“

یہود و مجوس کی سازش کے نتیجہ میں آپ یکم محرم ۲۴ھ کو شہید ہوگئے۔

خلافتِ عثمانی رضی اللہ عنہ میں فتنہ کے برگ وبار:

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بعد اس خفیہ تحریک کی قیادت یمن کے یہودی عبداللہ ابن سبا کے ہاتھ میں آتی ہے اور یہ اپنی سازشوں کو پوری خلافتِ اسلامیہ میں سے تین چار شہروں کوفہ، بصرہ اور مصر میں پھیلاتا ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ خلافت کی مسند پر آتے ہیں، آپ فطرتاً نرم خو اور سلیم الطبع تھے، جس سے منافقین اور اشرار نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ آپ کی خلافت کے آخری سالوں میں عبداللہ ابن سبا اور اس کے حامی اور سفیروں نے ہر جگہ دورے کر کے خلیفۂ اسلام اور ان کے گورنروں کے خلاف زہر اگلا۔ امن وامان کی فضا کو تہہ و بالا کیا، مسلمانوں کی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے محبت اہل بیت کا نعرہ لگایا۔

جب امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ان کے رب کی طرف سے بلاوا آگیا تو فتنوں کی بندش کا دروازہ ٹوٹ گیا جس کا ٹوٹنا اپنے وقت پر مقدر تھا اور منافقین کی سازش کامیاب ہوگئی، اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ قاتل نے خود بھی فوراً جہنم میں چھلانگ لگا دی۔ سازش کیا تھی؟ اس سعیٔ لا حاصل میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنا وقت ضائع نہ کیا تقدیر کو بہرحال نافذ ہونا تھا سو نافذ ہوگئی اور تاجِ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر پر سجا دیا گیا۔ جو شرم وحیا، علم وحلم میں بے مثال تھے۔ عفو و درگزر، تقویٰ، توکل، صبر وتحمل، جود وسخا میں بے مثال تھے۔ لاکھوں افرادِ اُمت کے دل جن کی محبت میں دھڑکتے تھے، جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری اُمت خوش تھی۔ خلافت میں جس نے تیسرا نمبر پایا اور دمِ واپسیں پر نبیٔ اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیتوں کو نباہتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔ ان کے اخلاقِ کریمانہ، دریا دلی اور صفتِ عفو وشفقت ہی سے منافقین نے غلط فائدہ اٹھایا، خراسان اور شمال ومشرق کے علاقے جنگی صورتحال سے گرم تھے اور وہاں لوگوں کو ایسی شریرانہ چالبازیوں کا ذوق نہ تھا۔ شام حمص اور اردن حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زیرِ انتظام تھے، اہلِ روم سے بھی جنگ جاری تھی، حرمین شریفین میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھاری تعداد موجود تھی اس لیے یہاں شریرانہ چالبازیوں کو موقع نہ مل سکا۔ تین شہر ایسے تھے جہاں پرامن زندگی جوبن پر تھی، ان شہروں کے اصل باشندے عجم تھے۔ عراق، مصر کی فتح کے بعد یہاں عرب بھی آباد ہوئے، یہ شہر مصر، کوفہ اور بصرہ تھے۔ ان تین شہروں کے پرامن ماحول میں منافقین اپنی

شریرانہ حرکتوں کا بیج بونے اور اپنی فتنہ پرداز کارروائیوں کو پروان چڑھانے اور اپنے گروپ فعال بنانے میں کامیاب ہوگئے۔ ان تین شہروں میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عاملین حسب ذیل ہیں۔ کوفہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص، ان کے بعد ولید بن عقبہ، ان کے بعد سعید بن العاص اور پھر حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم۔

بصرہ میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، ان کے بعد عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ۔ مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد عبداللہ بن ابی سرح رضی اللہ عنہ۔ خلافتِ عثمانی کے بارہ سالہ دورِ خلافت میں ان عاملین کے خلاف ان شہروں کے عوام میں سے کسی ایک فرد کی کوئی ایک شکایت بھی تاریخ کی کتابوں میں دستیاب نہیں ہے، لیکن فتنہ پردازوں کا گروہِ اشرار شور مچارہا ہے کہ بیت المال اپنے رشتہ داروں میں لُٹا دیا گیا، سرکاری عہدے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دیے، نوعمر اور ناتجربہ کار رشتہ داروں کو عہدوں پر فائز کر دیا گیا، کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کو عہدوں سے برطرف کر دیا گیا، یہ شور آج پندرہویں صدی بعد بھی اسی طرح سنا اور سنایا جارہا ہے۔ جس طرح آج سے پندرہ صدی پہلے فتنہ بازوں کے گروہِ اشرار نے شور مچا مچا کر لوگوں کو سنایا تھا۔ لیکن حقائق کی دنیا میں عملاً ان گھناؤنے الزامات میں سے کسی ایک الزام کا بھی قطعاً کوئی وجود نہیں ہے۔

خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خلیفۂ ثالث حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصی ہدایت فرمائی تھی کہ اس فتنہ کا مقابلہ صبر سے کرنا ہوگا۔

مصر سبائی تحریک کا مرکز:

یہ سبائی خفیہ تحریک کا ہیڈ کوارٹر تھا۔ لیکن کوفہ میں اس کے اثرات کم نہ تھے۔ اشتر نخعی ابن الحنکہ، جندب صعصہ، کمیل، عمیر بن ضابی اس تحریک کے سرپرست تھے۔ سعید بن العاص رضی اللہ عنہ گورنر کوفہ ان پر کڑی نظر رکھتے تھے، اس کی شکایت لے کر ایک وفد خلیفہ کے پاس جا پہنچا، کبھی کوئی شکایت اور کبھی کوئی، بالآخر ان کو معزول کروا کر دم لیا۔

بصرہ میں فتنہ کی ابتدا:

بصرہ میں خلافتِ فاروقی رضی اللہ عنہ میں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ گورنر تھے۔ خلافتِ فاروقی کے آخری ایام میں وہاں ایک جماعت ان کی مخالف ہوگئی اور وہ ان کی شکایت دربارِ خلافت میں پہنچاتی رہتی، لیکن فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے حسنِ تدبر سے ان کی سازش کو کامیاب نہ ہونے دیا۔ خلافتِ عثمانی میں ان لوگوں نے شدت سے ان کی معزولی کا مطالبہ کیا چنانچہ ان کو معزول کر کے عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو گورنر بصرہ بنا دیا گیا۔

ایک روز گورنر کو پتہ چلا کہ ایک آدمی آیا ہے اور خلافتِ اسلامیہ کے خلاف لوگوں کو ابھارتا ہے، تحقیق کرنے پر پتہ چلا کہ وہ عبداللہ ابن سباء ہے جو یمن سے آیا ہوا نومسلم ہے۔ اس نو وارد کو گورنر بصرہ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ یہاں نہیں رہ سکتے پھر یہ بصرہ سے کوفہ چلا گیا اور اسے مرکز بنا کر ریشہ دوانیوں میں مصروف ہوگیا، اسے کوفہ میں فضا سازگار نظر آئی۔ کوفہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں بسایا گیا تھا اور مجاہدین کی یہ ایک چھاؤنی کی شکل اختیار کر گیا، فتوحاتِ فاروقی میں بہت سے علاقوں کے نومسلم موجود تھے جنھوں نے کوفہ میں ہی رہائش اختیار کر لی۔ کوفہ کے لوگ راسخ العقیدہ نہ تھے، ابھی اسلام کی عظمت ان پر پوری طرح ان کے دلوں میں نہ سما سکی، کلمہ پڑھ لینے کے باوجود یہ لوگ وطن پرستی، لسانیت اور قومیت پرستی کے

دلدادہ تھے۔عبداللہ ابن سبا منافق کو ایسے ہی لوگوں کی ضرورت تھی جو اسے میسر یہاں آ گئے لہٰذا کوفہ، بصرہ اور مصر سے اس نے اپنی خفیہ زمینی تحریک کا آغاز کیا اور بالآخر شہادتِ عثمان، شہادتِ فاروق اعظم، جنگِ جمل، جنگِ صفین، جنگِ نہروان اور حادثۂ کربلا اسی سازش کے طور پر رونما ہوئے۔ان تمام حادثات وسانحات میں ابن سباء یہودی کی سازش ہی کارفرمانظر آتی ہے۔

عبداللہ ابن سباء کی حکمتِ عملی:

عبداللہ ابن سباء یمن کا رہنے والا ایک یہودی تھا، اس کی ماں حبشن تھی۔ ۳۵ رہجری کے قریب یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف ایک با قاعدہ اور منظم تحریک بنانے میں کامیاب ہوا۔عبداللہ ابن سباء اور اس کے حامیوں کی کوششوں سے مفسدین کی جماعت ملک میں تیزی سے پھیل گئی۔ ہر علاقہ کے مفسدین کا نقطۂ نظر الگ الگ تھا۔اہلِ کوفہ سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ پر نگاہ جمائے ہوئے تھے، اہلِ بصرہ سیدنا طلحہ رضی اللہ عنہ کو پسند کرتے تھے، اہلِ مصر سیدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ امیدیں باندھے ہوئے تھے اور عراق کے لوگوں کی ایک جماعت قریش کے تمام افراد سے بُغض وعداوت رکھتی تھی۔عبداللہ ابن سبا نے اپنی حکمتِ عملی سے کام لے کر سب کو مخالفتِ عثمان رضی اللہ عنہ میں متحد کر دیا اور سب ایک ہی نعرہ لگانے لگے کہ ہم عثمان رضی اللہ عنہ کی معزولی چاہتے ہیں۔

ان تمام مختلف خیال لوگوں کو ایک پلیٹ فارم پر ابن سباء متحد کرنے میں کیونکر کامیاب ہوا اور اس کی کامیابی کے کیا اسباب تھے اب اس کا جائزہ پیشِ خدمت ہے۔

ابنِ سباء کی کامیابی کے اسباب:

یہودی: ابنِ سبا کی تحریک کے وقت اسلام کے خلاف مشرکین، یہودی، عیسائی اور منافقین کی تحریکیں کام کر رہی تھیں۔ اس لیے ابنِ سباء کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی اسے ایسے افراد بکثرت مل گئے جس کی اسے ضرورت تھی۔ان تمام تحریکوں میں جو کہ اسلام دشمنی میں ایک دوسرے کی معاون تھیں، مختلف لوگوں کو اسلام کے خلاف متحد کرنا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ یہ خود یمن کا یہودی تھا، مدینہ اور خیبر سے یہود کی جزیزۃ العرب سے جلاوطنی کا انتقام نے اسے منافقت کا لبادہ اوڑھنے پر مجبور کیا تا کہ وہ مسلمانوں سے اپنی قوم یہود کی جلاوطنی کا انتقام لے سکے اور کسی نہ کسی طرح جزیرہ عرب میں یہودی سکونت اختیار کر سکیں۔

مجوسیت: اس تحریک کی کامیابی کا دوسرا بڑا سبب مجوسیت تھی۔اہلِ فارس (ایران) کے مجوسی وہ بھی اہلِ عرب کے غلبہ کو نہ برداشت کر سکے اور اسلام کے دشمن ہو گئے۔ بظاہر کلمہ بھی پڑھ لیا لیکن قومیت اور لسانیت کی لعنت سے نہ نکل سکے اور ابنِ سباء کی تحریک کا آسانی سے حصہ بن گئے، اس طرح ایرانی بھی خلافتِ اسلامیہ کے دشمن بن گئے۔

عام عرب قبائل: عام عرب قبائل میں مشرکین اور عیسائی شامل تھے، یہ بھی اسلام کے سخت دشمن بن گئے اور یہ تمام قبائل بھی آسانی سے اسلام دشمنی کی وجہ سے ابنِ سباء کی تحریک کا حصہ بن گئے۔ یوں حالات کی موافقت کی وجہ سے زمین ان فتنوں کی زرخیزی کے لیے سازگار بنتی گئی اور اس کی تحریک بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوگئی۔

☆......☆......☆